بین التہذیبی وبین الثقافتی تقارب وہم آہنگی

(سیرت طیّبہ کی روشنی میں)

پروفیسر ڈاکٹر نورالدین جامی*

Abstract:

Relationship and Harmony with other cultures and civilizations is stressed upon by Islam. Islam does not only accept the cultures or civilizations of other Religions but also allows the relations with other Religions. The Holy Prophet Muhammad (PBUH) introduced culture and civilization that has stressed upon mercy and love with others. The Holy Prophet (SAW) kept good relations with non-Muslims and reformed the legislation system ofbusiness and allowed marriages with non- Muslims.

Muslims should abserve equality and show best attitude to other cultures. In this Article the significance of relationship and Harmony with other Religions is discussed and attitude of Muslims towards Non Muslims irrespect of cost, colour, territory and Religion is hilighted.The Article enlists

the verses of the Holy Quran, and traditions of the Prophet Muhammad (SAW) enjoining good relations with other cultures.

Relationship and Harmony with other Religions is the burning issue of our time and this Article has explored its various aspects in the light of the Prophet's (SAW) teachings.

اسلام ایک ایسا تمدن ہے جو دوسرے تمدنوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔اس لئے کہ اسلامی تہذیب وتمدن میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ دوسری ثقافتوں کے حامل افراد کو اپنے قریب کر سکے۔اس لئے کہ اسلام ان تمدنوں کی طرح نہیں ہے جو دوسرے تمدنوں کو برداشت کر لینے کیلئے تیار نہ ہو جیسا کہ ہندومت کا تمدن ہے جو خود بھی ذات پات کا قائل ہے اور دوسرے تمدن کے لوگوں کو ملیچھ (ناپاک) سمجھتا ہے۔اسلامی تمدن کی خصوصیت یہ ہے کہ دوسرے تمدنوں کے وجود کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ انہیں اپنے قریب کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے جیسا کہ سورۃ الکافرون میں کہا گیا ہے کہ﴿ **لکم دینکم ولی دین**﴾(1)

''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین''۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام دوسروں کے وجود کو تسلیم کرتا ہے دوسرے تمدنوں اور ثقافتوں کو نہ صرف

* پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

تسلیم کرتا ہے بلکہ انہیں اپنے قریب آنے کی بھی دعوت دیتا ہے اس سے پہلے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں بین التہذیبی وبین الثقافتی تقارب وہم آہنگی پر بحث کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم تہذیب اور ثقافت کے لغوی واصطلاحی مفہوم کو واضح کریں۔

تہذیب وثقافت کا لغوی مفہوم

انگریزی کا لفظ کلچر عربی کے لفظ ثقافت کے ہم معنی ہے اگر چہ اس کے لئے تہذیب کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ ثقافت کے لغوی معنی ہیں زیرک، سبک اور چالاک ہونا، ثقف (2) کے معنی سیدھا کرنا اور مہذب بنانا ہے اور الثقاف نیزوں کو سیدھا کرنے والوں کو کہتے ہیں (3) ہذب کے لغوی معنی شاخ تراشی کرنا ،پاکیزہ کرنا ، درست کرنا اور اصلاح کرنا ہے۔ کلچر (Culture) اسم ہے۔(4) جس کے معنی زراعت ،فلاحت، پرورش،تہذیب اور ترقی ہیں۔آکسفورڈ ڈکشنری میں کلچر کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں۔(5)

Intellectual development, Improvement, Training (Mental or Physical)

ان تینوں الفاظ کے معنی میں درستی اور اصلاح کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہی معنی ان اصطلاحی تعریفوں میں نمایاں ہیں۔ثقافت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ نفس کی صحیح اور کامل اصلاح ہے اس طرح کہ مثقف آدمی کی ذات کمال وفضائل کا آئینہ ہو۔فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے کو سیدھا کرنا ثقافت ہے۔(6)

جہاں تک لفظ کلچر کا تعلق ہے اس کا مفہوم پوری طرح متعین نہیں ہو سکا۔مختلف لوگوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی تعریفیں کی ہیں جو باہم مناسبت رکھتی ہیں اور مغایرت بھی۔ بیگ بی (Bagby) نے اپنی کتاب کلچر اینڈ ہسٹری (Culture& History) میں "Concept of Culture" کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں اس نکتہ پر مفصل بحث کی ہے۔(7).

اس کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے فرانسیسی مصنفین (Voltair and Van) کے ہاں ہوا۔ان کے نزدیک ذہنی تربیت وتہذیب کا نام کلچر تھا۔جلد ہی اچھے آداب،آرٹ،سائنس اور تعلیم وغیرہ بھی اس میں شامل گئے۔(8).

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق انگریزی زبان میں یہ مفہوم 1705ء تک نہیں پایا جاتا تھا۔(9)۔

کلچر کی اصطلاح کو میتھو آرنلڈ نے اپنی کتاب (Culture and Anarchy) میں استعمال کیا۔آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس وقت سے لے کر اب تک یہ ایک مبہم لفظ ہے جس کی تعریفیں کی گئی ہیں ۔مصنف نے

(A.L.Kroeher and Kluch Halm) کے حوالے سے بتایا ہے کہ اس کی ایک سو اکسٹھ تعریفیں کی گئی ہیں۔

فاضل مصنف کے نزدیک اس کی تعریف ایسی ہونی چاہیے جو انسانی زندگی پر محیط ہو مثلاً مذہب، سیاست، اقتدار، آرٹ، سائنس، ٹیکنالوجی، تعلیم۔ زبان، رسم ورواج وغیرہ بلکہ ماہرین انسانیت تو نظریات، علم، عقیدہ، نمونہ (Norm) اقتدار اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ ٹی ایس ایلیٹ (T.S.Eliat) کلچر کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ثقافت آداب کی شائستگی کا نام ہے یعنی مدنیت اور انسانیت''(10)

محسن مہدی نے (Ibn Khuldun's Philosophy of history) میں کلچر کے متعلق تقریباً اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ:

''ثقافت نہ تو صلاحیت واستعداد کا نام ہے اور نہ ان خواہشات کا جو آدمی کی ذات کے اندر موجود ہیں بلکہ صحیح طور پر یہ معاشرتی ادارات اور فنی تخلیقات کی عادی اور رسمی صورت کا نام ہے''۔(11)

فیضی نے کلچر کی دو تعریفیں بیان کی ہیں ایک معاشرتی دوسری انسانی، ایک تعریف کے لحاظ سے وہ تمدن سے بھی زیادہ وسعت رکھتا ہے اور دوسری کے اعتبار سے وہ صرف انسانی روح کی تکمیل ہے۔(12)

کلچر کی ان مختلف تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فلپ بگ بی کی تعریف نسبتاً بہتر ہے وہ کلچر کی تعریفات پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''آیئے اب اس پر اتفاق کر لیں کہ کلچر جس طرح فکر واحساس کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے اسی طرح طرز عمل وکردار کے تمام پہلوؤں کو بھی شامل کیا ہے''۔(13)

فاضل مصنف نے معاشرت، نفسیات اور تمدن کو سامنے رکھتے ہوئے کلچر کی بہت جامع تعریف کی ہے کہتے ہیں:

''ثقافت معاشرے کے افراد کے داخلی اور ابدی طرز عمل کی باقاعدگیوں کا نام ہے اس میں وہ باقاعدگیاں بھی شامل ہیں جو صاف طور پر موروثی بنیاد رکھتی ہیں''۔(14)

فیضی نے اسی سے ملتی جلتی بات کہی ہے:

''کلچر کسی مخصوص زمانے یا ملک کے عام دانشورانہ معیار کا نام ہے''۔(15)

کلچر کے مفہوم کو واضح کرنے میں سب سے بڑی دقت یہ پیش آرہی ہے کہ ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی تعریف کرے جس سے اس کی پوری تصویر سامنے آجائے۔ پھر اس کے مادی وجود کو ثابت کرنے کیلئے ان ماہرین نے بڑی قلابازیاں کھائی ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر مقامات پر مظاہر تہذیب کو تہذیب کا نام دیا گیا ہے۔ ٹی۔ایس۔ایلیٹ نے اچھی بات کہی ہے کہ لوگ آرٹ، معاشرتی نظام، رسوم، مذہب وغیرہ کو کلچر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں کلچر نہیں بلکہ وہ کچھ ہیں جن سے کلچر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(16)

''تمدن سے مراد دو میں سے ایک ہوگی: ایک مہذب ہونے کا طرز عمل دوسرے انسانی معاشرے کی مکمل اور ترقی یافتہ شکل وصورت''(17)

الندوة العالمية للاسلاميات کے مقالہ نگاروں میں صرف ایم زیڈ صدیقی نے کلچر کی تعریف پر موزوں اور مناسب گفتگو کی ہے۔ صدیقی صاحب نے نہ صرف یہ کہ کلچر کی تعریف کی ہے بلکہ تمدن کے ساتھ اس کا موازنہ بھی کیا ہے۔ یہ موازنہ اتنا صحیح ہے کہ اس سے تقریباً ہر ایک کی حیثیت معلوم ہوجاتی ہے وہ کہتے ہیں:

''ثقافت کی اصطلاح فکری ارتقاء پر دلالت کرتی ہے جبکہ تمدن معاشرتی ترقی کے بلند درجہ کو ظاہر کرتا ہے لہذا ثقافت ذہنی کیفیت کو بیان کرتی ہے اور تمدن اس کے مساوی مظہر کی نمائندگی کرتا ہے۔ پہلی کا تعلق فکری عمل سے ہے اور دوسرے کا مادی اکتسابات سے۔ پہلی ایک داخلی کیفیت ہے جب کہ دوسرا خارجی دنیا میں اس کی عملیت کا نام ہے''۔(18)

فیضی نے کلچر کی تعریف میں مختصر مگر جامع اور صحیح بات کی ہے کہ کلچر باطنی روح کا نام ہے جب کہ تمدن خارجی مظہر ہے۔(19)

اس موازنہ کے ساتھ اگر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے تجزیے کو ملا لیا جائے تو معاملہ اور زیادہ واضح ہوجاتا ہے۔ سید مرحوم اپنی کتاب ''اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی'' کے دیباچے میں تہذیب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اس بحث کا فیصلہ کرنے کیلئے سب سے پہلے اس سوال کا تصفیہ ہونا ضروری ہے کہ تہذیب کس چیز کو کہتے ہیں؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی قوم کی تہذیب نام ہے اس کے علوم وآداب، فنون لطیفہ، صنائع وبدائع، اطوار، معاشرت، انداز تمدن اور طرز سیاست کا، مگر حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں تہذیب کے نتائج ومظاہر ہیں۔ تہذیب کی اصل نہیں ہیں۔ شجر تہذیب کے برگ وبار ہیں۔ کسی تہذیب کی قدر وقیمت ان ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات

پر متعین نہیں کی جاسکتی ہے۔ان سب کو چھوڑ کر ہمیں اس کی روح تک پہنچنا ہے اوراس کے اساس واصول کا تجسس کرنا ہے۔(20)

ٹی۔ایس۔ایلیٹ،ایم زیڈ صدیقی اور سید مودودی کے بیانات سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کلچر نام ہے افکار ونظریات میں ایسے سلجھاؤ اور ترتیب کا جو عملی زندگی کیلئے بہتر بنیاد بن سکیں جب کہ تمدن اس کے مظاہر کا نام ہے۔

تمدن وثقافت کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں (۱) وہ تمدن جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔(۲) وہ تمدن جس کی بنیاد مذہب پر نہ ہو بلکہ سیکولر بنیادوں پر ہو۔

لہٰذا کسی قوم کی ثقافت کا تعلق ایمانیات،عبادات ومناسک فنون وادبیات، جمالیاتی مشاغل (کھیلیں، تفریحات،سیر وسیاحت حقوق العباد یعنی انسان کے اخلاق،معاشی وسیاسی حقوق ومشاغل بشری قانون اور عدل وانصاف اور رسم ورواج سے ہوتا ہے۔

ثقافت کسی قوم کا ایک نامیاتی کل (Organic Whole) ہوتا ہے اس لئے سچی ثقافت وہ حصول ہے جن کے عناصر ترکیبی میں ہم آہنگی اور جذب وانجذاب پایا جاتا ہے۔(21)۔

اسلام نے دین کی جو اصطلاح وضع فرمائی ہے اس کا اطلاق بھی پوری زندگی پر ہوتا ہے۔گویا دین کا متبادل تہذیب وثقافت ہی ہے۔

اسلامی ثقافت کا اطلاق ایک مسلمان کی پوری زندگی پر ہوتا ہے دین ودنیا کی تفریق نہیں ہوتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یایھا الذین اٰمنو اادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انه لکم عدو مبین﴾(22).

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس تہذیب وتمدن وثقافت سے ہمیں روشناس کروایا اس کی دو شرائط ہیں ایک انسانوں حیوانوں بلکہ عالمین کیلئے رحمت بن جانا دوسرا اپنی جان ومال،علم وحکمت،قوت وسطوت،قلم وزبان،اثر ورسوخ اور دیگر صلاحیتوں کے ساتھ مقدور بھر حصہ لینا۔

رسول اللہ ﷺ نے تہذیب وتمدن کے ہر پہلو کو اجاگر کیا،آپ کا اسوہ ایک مثالی اسوہ ہے اس لئے آپ ﷺ کے اسوہ کو معیار بنانے اوران کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جمیل وجلیل اور مظہر ومثالی ثقافت کی تخلیق وتشکیل کی تھی اس لئے آپ ﷺ میں وہ تمام صلاحیتیں اور اوصاف مجتمع ہیں جو ثقافت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے ناگزیر ہیں۔

آپ ﷺ اسلام کی ثقافتی تحریک جو دراصل تحریک رحمۃ للعالمین ہے کے بانی ہیں اور اس کے ذریعے ایک عظیم انقلاب لانے والے تھے اس انقلاب کے بعد ثقافت کی تعمیر کرنے اور ترقی دینے والے بھی آپ تھے۔

﴿لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الآخر وذکر اللّٰہ کثیراً﴾(23).

یقیناً رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے ایک حسین نمونہ ہے لیکن اس کیلئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے''۔

یہ بھی رسول کریم ﷺ کی عظیم کامیابی ہے کہ آپ ﷺ نے لفظ کامیابی کے اس اصل مفہوم کی اپنے عمل وتجربہ سے تعبیر کی اور اسے ملت اسلامیہ کی فطری عملی زندگی کا حصہ بنا دیا۔ اس عقیدے نے اسلامی ثقافت کی تشکیل و تزیین میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔

بہر حال آپ ﷺ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ان فرائض منصبی کو کتاب وسنت کی روشنی میں سرانجام دینا منصب خلافت کی ذمہ داری ٹھہری۔ چنانچہ خلفائے راشدین نے فرداً فرداً ان ذمہ داریوں کو قبول کیا اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی جو مساعی جمیلہ کیں وہ تاریخ عالم کا ایک بڑا ہی روشن اور مثالی باب ہے۔

مختلف تمدنوں اور ثقافتوں میں اتحاد اور ہم آہنگی

عصر حاضر کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم بین الثقافتی والتہذیبی تقارب کو فروغ دیں اور سب تہذیبوں کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور ہمارے اندر عفو ودرگزر، تحمل وبرداشت اور رواداری کے ساتھ تحقیق وجستجو کا مادہ ہو ہر مسلمان اپنی جگہ چلتا پھرتا میڈیا ہو اور ہماری سوچ کا محور زمین کے اندر آسمان اور اس کی وسعتوں اور حقیقتوں کی تلاش اور بحر وبر کا ہمارے لئے مسخر ہونا ہو۔

﴿ویتفکرون فی السمٰوٰت والأرض﴾ (24) اور زمین وآسمان کی تخلیق میں غور کرتے ہیں۔

﴿وحملنٰھم فی البرّ والبحر﴾ (25) اور ہم نے بحر وبر ان کیلئے مسخر کردیے۔

کا ہم صحیح معنوں میں مصداق بن سکیں وطن عزیز اور عالم اسلام کا دفاع حکمت وبصیرت اور فکر ودانائی کے ساتھ کریں کیونکہ جس طرح غلط فہمی کی بنیاد پر اور منفی پروپیگنڈے کے زور پر عالم اسلام کے خلاف منفی قوتیں سرگرم

عمل ہیں ہمیں انتہائی تدبر اور ہوشمندی سے نہ صرف اسے زائل کرنا ہے بلکہ اس میں اور عالم اسلام کے تمدن کو روشن، درخشاں اور اعتدال پسند مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے جو کہ دوسرے تمدنوں کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک آفاقی ونمایاں تمدن کو متعارف کرایا اس لئے کہ رحمت وشفقت کا دائرہ کسی خاص طبقہ اور کسی خاص قوم وملت تک کیلئے محدود نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت تک وسیع ہے اس نے ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ مانا ہے اور تمام مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیا ہے:

"لا تقاطعوا ولاتدا بروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا کونوا عباد اللّٰہ اخواناً"(26)

ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ رحم وکرم کی تعلیم دی گئی ہے جو انسان دوسرے انسان پر رحم نہیں کرتا وہ رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔

" ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء(27) تم لوگ زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:"من لم یرحم الناس لم یرحم اللّٰہ" (28) جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا۔

کوئی مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک سب کی بھلائی نہ چاہے۔(29)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک دوسروں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب آدمی کسی کو دوست رکھے تو اللہ کیلئے دوست رکھے۔(30)

ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں مسلمان ہونے کیلئے کئی شرطیں بتائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ "تم لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو" (31) کلام مجید میں عدل وانصاف اور احسان وسلوک کا عام حکم ہے اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

اسلامی تمدن میں رواداری، خدمت خلق اور احترام انسانیت

اسلام میں اس قسم کے جتنے اخلاقی احکام ہیں وہ مذہب وملت کی تخصیص کے بغیر سارے انسانوں کے

تمدنوں کیلئے عام ہیں اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں۔مثلاً غریبوں کی دستگیری ،مظلوموں کی امداد اور اس قبیل کے دوسرے نیک کام کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں یہ اور بات ہے کہ اولیت اور ترجیح اپنے مذہب کے غرباء اور ناداروں کو حاصل ہوگی کہ چراغ پہلے گھر سے جلتا ہے۔اس بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا اندازہ اس حدیث قدسی سے ہوگا جس میں رسول اللہﷺ سے روایت ہے کہ ''اللہ عزوجل قیامت میں فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی بندہ عرض کرے گا میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو خود سارے جہاں کا پروردگار ہے۔خدا فرمائے گا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔اگر تو عیادت کرتا تو مجھ کو وہاں اس کے پاس موجود پاتا۔اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار تو خود رب العالمین ہے میں تجھ کو کس طرح کھلاتا، خدا فرمائے گا میرے فلان بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا۔اے بنی آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے نہیں پلایا بندہ عرض کرے گا پروردگار میں تجھ کو کس طرح پانی پلاتا تو تو خود رب العالمین ہے خدا فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے نہیں پلایا یا تو اگر پلاتا تو میرے پاس موجود پاتا۔(32)۔

یہ حدیث تمثیلی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر حاجت مند کی امداد و دستگیری ایک مسلمان کا اخلاقی فرض ہے اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے کہ وہ کس ثقافت اور کلچر سے تعلق رکھنا ہے یا کہ نہیں اسلام کا آفاقی پیغام تہذیب وثقافت کیلئے عام ہے۔

بین التہذیب الثقافت اتحادو یگانگت کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

اسلام میں دوسرے تمدنوں کے مقابلہ میں زیادہ رواداری، اتحادو یگانگت وہم آہنگی ہے عیسائی تمدن جس کے پیرووں نے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اس کی تاریخ کے صفحات خون سے رنگین ہیں انہوں نے ادنیٰ مذہبی اختلافات پر اپنے ہم مذہبوں پر جو ظلم وستم ڈھائے ہیں اس کی تفصیل آج بھی یورپ کے ازمنہ وسطیٰ کی تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہے۔(33) لیکن اسلام نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا کہ دین میں جبر نہیں ہے۔

﴿لا اکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد من الغیّ﴾(34)

دین میں زبردستی نہیں راہ راست گمراہی سے اعلانیہ ممتاز ہو چکی ہے۔

﴿وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن﴾(35۔

''اور کہہ دو حق (اسلام) تمہارے رب کی طرف سے آچکا بس جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے نہ قبول

کرے''۔

غیر مسلموں کو دعوت دین اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی اسلام کی ایک جامع پالیسی تبلیغ حکمت ودانائی اور پند وموعظت کے ذریعہ کرنی چاہیے اگر بحث مباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی خوبصورتی سے ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس تہذیب وثقافت کو متعارف کروایا اس میں دوسری ثقافتوں وتمدن کے ساتھ ہم آہنگی کا جذبہ موجود تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں دو تمدن ہی نمایاں تھے ایک رومی تمدن اور دوسرا ایرانی۔ ایرانی تمدن اشتراک پر مبنی تھا جبکہ رومی تمدن میں وحی کا تصور موجود تھا۔ جس کی بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات تھیں جن کا قلبی میلان اس کلچر کی طرف تھا جس کا ذکر قرآن حکیم کے ان الفاظ میں ملتا ہے:

﴿الم غلبت الروم فی ادنی الارض﴾(36)

اس رومی کلچر کی بنیاد عیسائیت پر تھی لہذا رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت کے دو اہم کلچروں عیسائیت دوسرا یہودیت کا کلچر تھا سے قریب کا تعلق جوڑا۔ اسوۂ رسول ﷺ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ جب ایسے کلچر اور تمدن کے لوگوں سے تعلق جوڑنا چاہو یا انہیں دعوت دینا چاہو تو مخالف ثقافت کے حاملین کو اس چیز پر جمع کرنے کی دعوت دو جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو جیسا کہ قرآن مجید نے عیسائی کلچر کے لوگوں کو ایک مشترکہ کلمہ پر آنے کی دعوت دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿قل یاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمةٍ سواءٍ بیننا وبینکم الّا نعبد الّا اللّٰہ﴾(37)

کہو اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔

تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ: (38) اہل کتاب سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں درج ہے: (39) یہودیوں، نصرانیوں اور انہی جیسے لوگوں سے خطاب ہو رہا ہے گویا قرآن مجید مختلف مذاہب اور مختلف تمدن کے لوگوں سے مخاطب ہے۔

اس آیت سے تبلیغ کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایک جماعت کو دعوت دینے کا خواہشمند ہو جو عقائد ونظریات میں مختلف ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس تہذیب وتمدن کے حاملین کو اس چیز پر دعوت

دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہو۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو دعوت دی تو ایسے طریقے سے دعوت دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دعوت نامہ کی نقل ہے۔

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمدبن عبد اللّٰہ الی ھرقل عظیم سلام علی من یتبع الھدیٰ"یٰا اھل الکتاب تعالو الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم الّا نعبد الّااللّٰہ"(40)

تقریباًاسی مضمون کا مکتوب نجاشی حاکم حبشہ اور قبطیوں کے بادشاہ مقوقش کو ارسال کیا جس میں انہیں قبول اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔(41)

گویا یہودیت وعیسائیت اور اسلام کے کلچر میں عقیدہ توحید ہی ایک ایسا عقیدہ ہے جس کے ذریعہ تینوں ثقافتوں کے لوگ ایک دوسروں کے ساتھ ہم آہنگ ہوسکتے ہیں۔

بقول خلیفہ عبدالحکیم اگر عقیدہ توحید میں ہم آہنگی پیدا ہوجائے تو مہذب دنیا میں بہت حد تک وحدت ہوسکتی ہے۔(42)

مذاہب کی ثقافتوں میں مشترکہ اقدار

اس وقت پوری دنیا میں تین مذاہب کی ثقافتوں میں تین عقائد مشترک ہیں۔اللہ کی وحدانیت یہ کہ ساری کائنات اللہ کی تخلیق ہے اور یہ کہ تمام انسان ایک ہی خاندان کے فرد اور آدم اور اماں حوا کی اولاد ہیں۔اسلام خاتم الانبیاء حضور ﷺ کی طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء کو برحق مانتے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں سب سے زیادہ ذکر ہے۔صدر مملکت نے 2005ء میں جیوش کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے ان مشترکہ اقدار کا یوں ذکر کیا:

"مسلمانوں اور یہودیوں کی مذہب اور ثقافت میں مشترکہ چیزیں زیادہ اور مختلف چیزیں بہت کم ہیں۔مسلمانوں کی تہنیت کے الفاظ السلام علیکم آپ پر سلامتی ہو اور یہودیوں کے تہنیتی الفاظ سالوم ہیں جس کے معنی بھی امن اور سلامتی کے ہیں۔تالمود کے ایک اقتباس کے الفاظ میں ایک بے گناہ آدمی کا قتل کرنا پوری انسانیت کو قتل کرنے جیسا ہے اور ایک بے گناہ انسان کی زندگی بچانا پوری انسانیت کو بچانے جیسا ہے۔یہی الفاظ قرآن مجید میں بھی آئے ہیں۔(43)

صدر مملکت نے یہ بھی بتایا کہ ان مذاہب میں اللہ تعالیٰ کا بنیادی اخلاقی مشترکہ نظام مشترکہ رجحانات کا حامل رہا ہے۔انہوں نے ان مشترکہ اقدار کا ذکر کیا جن کے ذریعے ہم آہنگی کا امکان ہے۔

خلیفہ عبدالحکیم نے ان ثقافتوں میں مشترکہ اقدار کا ذکر یوں کیا ہے:

اخلاقیات کے بنیادی عناصر تمام مذاہب اقوام اور ادیان میں مشترک ہوتے ہیں۔ زنا، چوری، ظلم، قتل کسی بھی مذہب میں ناجائز ہے اسی طرح عبادات میں بھی اشتراک پایا جاتا ہے مثلاً روزہ اور حج جس کا مشترک ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔(44)

علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ کو وہی دین (ثقافت) دیا گیا ہے جو دین (ثقافت) توحید، رسالت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزے اور حج، سچائی، راست بازی، ایفائے عہد، امانت میں دیانت داری، صلہ رحمی، حرمت کفر و قتل اور حرمت زنا حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا تھا۔(45)

امام رازی نے لکھا ہے کہ: دین اسلام دیگر ادیان سماویہ سے مختلف اور علیٰحدہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ تمام انسانوں کی طبیعتیں اور فطرتیں یکساں ہی ہیں اور یہ سارے ادیان منزل من اللہ ہیں۔(46)

اسلام معاشرے کے تمام طبقات کے مابین اچھے تعلقات کی تلقین کرتا ہے۔ یہ تعلقات انسانی بنیادوں پر ہیں اس میں مسلم غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان سے تعلقات نبھانے ان سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے اس میں سرفہرست ثقافت کے حامل غیر مسلم پڑوسی بھی ہیں۔

غیر مسلم تمدن و ثقافت کے حاملین کے ساتھ قربت

پڑوس اگر اچھا ہو تو انسان کی بہت سی پریشانیاں از خود ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے پڑوس سے خیر خواہی پر مبنی تعلقات از حد ضروری ہیں۔ اسلام نے اس حوالے سے جو ہدایات دی ہیں ان میں مسلم اور غیر مسلم یکساں ہیں چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"قال العلماء الاحادیث فی اکرام الجارجات مطلقة غیر مقیدة حتی الکافر"(47)

علماء نے کہا ہے کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں اس میں کوئی قید نہیں ہے کافر کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ کے ہاں بکری ذبح ہوئی تو آپ نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ ہمارے یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ دیا ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل مجھے پڑوسی کے سلسلے میں اس قدر تاکید کیا کرتے تھے کی مجھے خیال ہوتا تھا کہ کہیں وہ اسے وارث نہ بنا دیں۔(48)

غیر مسلم اگر تنگ دست اور محتاج ہو تو اس کی بھی مالی امداد صدقات وخیرات کی شکل میں کرنی چاہیے۔ چنانچہ

قرآن مجید کی آیت ﴿لیس علیکم ھداھم ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء﴾ (49)
کے ذیل میں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا کہ کسی بھی دین کے ماننے والا تم سے سوال کرے تو اس پر خرچ کرو۔(50)

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک یہی مسئلہ ہے۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"ولا یجوز ان یدفع الزکوٰۃ ذمی ویدفع الیہ ما سویٰ ذٰلک من الصدقۃ"(51)

کسی ذمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اس کے علاوہ دوسرے صدقات اسے دیے جا سکتے ہیں۔

غیر مسلم کا ذبیحہ

غیر مسلموں میں سے اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے روابط میں یہ مزید سہولت بھی حاصل ہے کہ خود قرآن حکیم کے مطابق ان کا ذبیحہ حلال ہے اور اسے استعمال میں لانا جائز ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

﴿الیوم احل لکم الطیّبٰت وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم﴾(52).

آج تمہارے لئے تمام چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور ان لوگوں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جو اہل کتاب ہیں اور تمہارا کھانا ان کیلئے بھی حلال ہے۔

اس آیت مبارکہ میں طعام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔مفسر اعظم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تصریح کے مطابق اس سے ذبیحہ ہی مراد ہے۔(53)

اسلامی ثقافت میں سلام کرنا تمام تمدن کے لوگوں کیلئے ہے

اسلامی معاشرت میں ایک دوسرے کو سلام کرنا،اس سے خندہ پیشانی سے ملنا اور بات کرنا،اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا اور اسے دعائیں دینا بنیادی امر سمجھا جاتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے ان امور کی نہایت سخت تاکید فرمائی ہے اس حوالے سے بھی مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے۔چنانچہ حضرت امامہ نے فرمایا کہ یہ سلام مسلمانوں کیلئے برکت کی دعا اور ذمیوں کیلئے امن وامان کا مظہر ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:

"اذا کانت لک حاجة عند یهودی او نصرانی فابداه بالسلام"(54)

جب تمہیں کسی یہودی یا نصرانی سے کوئی حاجت درپیش ہو تو اس سے ملاقات کا آغاز سلام سے کرو۔

"رد السلام علی من کان یهودیاً او نصرانیاً او مجوسیاً"(55)

ہر شخص کے سلام کا جواب دیدیا کرو خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا مجوسی ہو۔

اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ سے ایک یہودی کو دعا دینا بھی ثابت ہے۔ جس سے غیر مسلموں کو دعا دینے کا اثبات ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی اس نے وہ پیش کی تو آپ ﷺ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وجمیل رکھے۔ چنانچہ مرتے دم تک اس کے بال سیاہ رہے۔(56)

سماجی تعلقات میں ایک اہم چیز مریضوں کی عیادت ہے۔ بیمار پڑ جانے والے بھائی کی عیادت اور تیمارداری کرنا، اس کی راحت کا سامان مہیا کرنا اور اس کے لئے کلمہ خیر کہنا بھی بہت بڑی نیکی ہے جس کی اسلام نے بڑی تاکید فرمائی ہے اس بارے میں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کی عیادت فرمائی ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا ایک یہودی لڑکا پڑوسی تھا وہ ایک روز بیمار پڑ گیا۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو صحابہ کے ہمراہ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔ یہ سن کر اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ چپ رہا اس پر لڑکا بھی چپ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پھر اپنی بات دہرائی پھر تیسری بار فرمایا تو اس کے باپ نے اسے کہا کہ تمہیں جو کہا جا رہا ہے وہ جملے دہرا دو (یعنی اسلام قبول کر لو) چنانچہ اس نے وہ جملے کہہ دیے اس پر اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد یہودیوں نے اس کی تدفین کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ پھر آپ ﷺ نے ہی اس کے غسل کا اور بعد میں کفن ودفن کا انتظام فرمایا اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔(57)

اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلم کے جنازے کے ساتھ چلنا بھی ثابت ہے۔ عبدالرزاق ہی کی روایت ہے کہ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ اگر مسلمان اور کافر کے مابین قریبی قرابت داری ہے تو اسے چاہیے کہ جنازے میں شرکت کرے اور جنازے کے احترام میں کھڑے ہونا بھی خود نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہو

گئے۔عرض کیا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ نفس (جان) نہیں۔(58)

اسی طرح غیر مسلم کے اعزہ کے انتقال پر تعزیت بھی کی جاسکتی ہے۔ابن جریج اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ مسلم تعزیت کرتے ہوئے غیر مسلم سے کہے:

"انّ اللّٰہ کتب الموت علی خلقه فنسا اللّٰہ ان یجعله خیر ...وانّا للّٰہ وانّا الیه راجعون علیک بالصبر فیما نزل بک لا ینقص اللّٰہ لک عدداً"(59).

غیر مسلم تہذیب کے حاملین کے ساتھ کاروباری تعلقات

اسلام غیر مسلموں کو مکمل معاشی آزادی بھی دیتا ہے۔چنانچہ اسلام انہیں اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ صنعت وحرفت،تجارت وزراعت اور دوسرے تمام شعبوں اور میدانوں میں اپنی پیشہ وارانہ سرگرمیاں مکمل آزادی اور اپنی پسند کے ساتھ جاری رکھیں۔ان پر ایسی کوئی پابندی عائد نہ کی جاسکتی ہے جو ریاست کے مسلم شہریوں پر نہ ہو یا غیر مسلموں کے حوالے سے امتیاز سمجھی جائے۔حتی کہ وہ چیزیں جو ان کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں مگر مسلم معاشرے میں ان کا داخلہ ممنوع ہے غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل آزادی حاصل ہے۔چنانچہ غیر مسلموں کو شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کی مکمل آزادی حاصل ہے۔حتی کہ اگر مسلمان کسی مسلم کی ملکیت میں موجود خنزیر یا شراب کو نقصان پہنچاتا ہے تو مسلمان اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔فقہاء کی وضاحت اس کے بارے میں ملاحظہ ہو:

"ویضمن المسلم قیمة خمره و خنزیره اذا تلفه"(60)

دوسری جانب اسلام یہ گنجائش بھی دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے کاروبار لین دین بھی ہوسکتا ہے ان سے خرید وفروخت کی جاسکتی ہے ان سے ادھار لیا جاسکتا ہے اور ان تمام امور میں خیر خواہی کا جذبہ بیدار رہنا چاہیے اور عدل وانصاف سے کام لینا چاہیے۔رسول اکرم ﷺ کا یہود سے ادھار لینا بھی ثابت ہے۔چنانچہ زید بن سعنہ جب اسلام نہیں لائے تھے اور لین دین کا کاروبار کرتے تھے اس دور میں آپ ﷺ کی چادر کھینچ کر آپ ﷺ کو سخت سست کہا تھا اور کہنے لگے کہ عبدالمطلب کے خاندان والوتم ہمیشہ یونہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو۔حضرت عمرؓ یہ سن کر غصے سے بے تاب ہوگئے اور ان سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ اے دشمن خدا تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔مگر آپ ﷺ نے ایک یہودی کی اس کھلی گستاخی اور اشتعال انگیزی کو مکمل تحمل اور نہایت اطمینان سے برداشت کیا اور اسے کچھ کہے بغیر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ مجھے تم سے یہ امید تھی کہ تم اسے نرمی سے بات کرتے اور مجھ سے کہتے کہ میں اس کا قرض ادا کروں اور پھر ان سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کرکے اسے بیس

صاع کھجور زیادہ ادا کرو۔(61)

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ خریدا اور اپنی زرہ بطور رہن اس کے پاس رکھی۔

حضرت انسؓ کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ملتی ہے فرماتے ہیں:

"اشتریٰ رسول اللہ ﷺ طعاماً من یھودی ... ورھنه ذرعا له من حدید"(62)

رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے طعام خریدا تھا اور اس کے پاس اپنی زرع جو کہ لوہے کی بنی ہوئی تھی رہن رکھی تھی۔

اسی طرح جب آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تب بھی آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی تھی جس سے آپ ﷺ نے تیس صاع کھجور اپنے اہل خانہ کیلئے خرید فرمائے تھے۔(63)

یہ وہ تمام نظائر ہیں جن کی روشنی میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کو متعین کیا جا سکتا ہے اور ان پر غور کرنے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے روشن ہو سکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ قانوناً اور اخلاقاً اپنے ہاں بسنے والے کسی بھی غیر مسلم کو کس طرح سے دیکھتا ہے؟ اس کا خیال رکھتا ہے اس کو حقوق عطا کرتا ہے اور اسے مکمل آزادی عطا کرتا ہے جس کا بعض صورتوں میں وہ اپنی ہم مذہب ریاست میں بھی تصور نہیں کر سکتا۔

غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ بین الاقوامی تعلقات

اہم چیز جو بین الثقافت والتہذیب کے عمل کو فروغ دیتی ہے وہ بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت ہے یہ اسلامی ریاست اور مسلمانوں کو دوسری غیر اسلامی ریاستوں اور وہاں بسنے والے غیر مسلموں سے تعلق پر زور دیتی ہے۔اس میں دوسری غیر مسلم مذہبی ریاستیں بھی شامل ہیں جو سیکولر ہونے کی دعویدار ہیں۔

غیر مسلم ریاستوں سے اسلامی حکومت معاہدے کر سکتی ہے اور یہ معاہدے صلح، امن، دفاع وسلامتی ورایک دوسرے سے تعاون پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ پھر ان معاہدوں میں جو بھی شرائط ہو جائیں تو ان کی پاسداری لازمی اور ناگزیر ہے۔ ہر قسم کے عہد اور معاہدے کی پاس داری کیلئے قرآن مجید میں یہ حکم موجود ہے کہ:

﴿واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا﴾(64)

اور عہد پورا کرو بلا شبہ عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔

اور عہد توڑنے پر وعید کی گئی ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لكل غادر لواء يوم القيامة يعرف به"(65)

ہر دھوکا باز کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ تو یہ قانون قدرت بھی بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں:

"ما قطع قوم بالعهد الا سلط الله عليهم العدو"(66)

جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ لازماً دشمن کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔

اسلام کے نقطہ نظر سے عہد کی پاسداری کے سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ میمون بن مہران فرماتے ہیں:

"من عاهدته اوف بعهده مسلماً كان او كافراً فانما العهد لِلّٰه تعالى"(67)

جب بھی تم کوئی معاہدہ کرو تو اسے ضرور پورا کرو خواہ وہ تم نے مسلمان سے کیا ہو یا کافر سے اس لئے کہ یہ معاہدہ تو تم نے در حقیقت خدا سے کیا ہے۔

معاہدہ امان

کوئی حکومت اگر کسی دوسری متحارب قوت سے کچھ شرائط پر معاہدہ کرے اور اس میں پر امن زندگی گزارنے کا حق ہو تو یہ معاہدہ امان کہلاتا ہے۔ عہد نبی ﷺ میں اس کی مثال معاہدہ نجران ہے جو نجران کے عیسائیوں اور نبی اکرم ﷺ کے مابین طے پایا تھا۔ یہ معاہدہ خصوصیت کے ساتھ اسلامی رواداری اور وسعت قلبی کا آئینہ دار ہے اسی وجہ سے اسے ہر دور میں انسانیت کے اعلیٰ ترین اخلاقی تصور کی بنیاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کا متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو:

نجران اور ان کے ماتحت اور ہم نوا لوگوں کیلئے اللہ کی پناہ اور حضور ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ ان کے مال، جان ،زمین ، مذہب کی اس میں وہ تمام لوگ جو موجود ہیں اور ان کے خاندان اور گرجے اور جو کچھ کم وبیش ان کے پاس ہے وہ سب ان کی ذمہ داری میں داخل ہیں کوئی پادری اپنے عہدے اور کوئی راہب اپنی رہبانیت سے روکا نہیں جائے گا اور نہ کوئی کاہن اپنی کہانت سے روکا جائے گا۔ ان کیلئے کوئی دیت یا جاہلیت کے خون کا بدلہ نہیں ہے اور نہ انکو نقصان میں ڈالا جائے گا اور نہ سختی میں اور نہ ان کی سرزمین کو فوج کے ذریعے پامال کیا جائے گا اور ان میں سے جو اپنے حق کا سوال کرے گا اس سے انصاف کیا جائے گا۔ نہ وہ ظالم ہو سکیں گے اور نہ مظلوم۔ جو ان میں سے سود کھاتے ہوں گے اس کیلئے مدد ہمارے کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا

ان کیلئے تمام حقوق ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اس وقت تک ذمہ داری ہے جب تک وہ صلاح وخیر خواہی سے رہیں اور وہ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں اور خود ظلم وزیادتی کی صورت اختیار نہ کریں۔(68)۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کا معاہدہ بیت المقدس بھی اس نوعیت کا ایک عظیم معاہدہ ہے جس نے نہ صرف غیر مسلموں سے مسلمانوں کے رواداری پر تعلقات کا خوش گوار آغاز کیا بلکہ آگے چل کر غیر مسلموں کے قلوب واذہان کو اسلام کی جانب مائل کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

یہ وہ امان ہے جو خدا کے بندے امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیاء کے لوگوں کو دی۔یہ امان ان کی جان، مال، گرجا،صلیب،تندرست، بیمار اور ان تمام اہل مذہب کیلئے ہے۔ان کے گرجوں میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ گرائے جائیں گے اور نہ ان کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ان کی صلیبوں اوران کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔نہ مذہب کے معاملہ مین جبر کیا جائے گا۔نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ایلیاء میں ان کے ساتھ کوئی یہودی نہ رہے گا۔ایلیاء والوں پر فرض ہے کہ وہ دوسرے شہر والوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو اپنے ہاں سے نکال دیں۔یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کی جان،مال محفوظ رہے گی۔جب تک وہ اپنی جائے پناہ تک نہ پہنچ جائے اور جو ایلیاء میں ہی رہنا چاہے اس کو بھی امن ہے۔اس کو جزیہ دینا ہوگا اور ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان ومال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے تو وہ ان کے گرجے اور صلیب بھی مامون ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔جو کچھ اس میں تحریر ہے اس پر خدا۔اس کے رسول ﷺ،خلفاء اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقرر جزیہ ادا کرتے رہیں۔(69)۔

ان معاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم حکومتوں سے اسلامی حکومت برابری کی سطح پر امن وصلح کی بنیاد پر تعلقات استوار کرتی ہے اور اس کا اصل مقصد امن وامان ہے جس کیلئے وہ ہر ایک سے تعاون کو تیار ہے بشرطیکہ اسلام کو اس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ نہ ہو اور مسلمان اس صورت میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

غیر مسلم ریاستوں سے تجارتی تعلقات بھی استوار کئے جاسکتے ہیں۔چنانچہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ کی عمدہ ترین کھجوریں ''عجوہ'' ابوسفیان کے پاس بھیجیں اور معاوضے کے طور پر چمڑا طلب کیا۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ یہ چمڑا طائف کا تھا۔(70)

مالی مدد

اسلامی ثقافت کی حامل ریاست غیر اسلامی ریاست کی ضرورت کے وقت مالی مدد بھی کر سکتی ہے اور انسانی

بنیادوں پر مشکل وقت میں ان کا ہاتھ بھی بٹایا جا سکتا ہے۔ فتح مکہ سے پہلے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان کے پاس پانچ سو اشرفیوں کی خطیر رقم بھیجی کہ مکہ کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردی جائے اس پر ابوسفیان نے کہا محمد چاہتا ہے کہ اب مکے کے غرباء اور نوجوانوں کو ورغلا کر بھڑکائے اور ہمارے خلاف کھڑا کردے۔(71)

جب یمامہ کے رئیس ثمامہ بن اثال نے اسلام لانے کے بعد مکے کو غلے کی سپلائی بند کردی اور مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تو اہل مکہ آپ ﷺ سے مدد کے طالب ہوئے۔ آپ ﷺ نے ثمامہ کو پیغام بھیجا کہ پابندی اٹھا لو چنانچہ غلے کی فراہمی پھر شروع ہوگئی۔ یہ بھی یقیناً مالی مدد کی اہم شکل تھی۔

ہدایا کا تبادلہ

غیر مسلم حکمرانوں اور معززین سے ہدایا کا تبادلہ بھی آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے ہدایا دیے بھی ہیں اور قبول بھی فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

"اھدیٰ کسریٰ لرسول اللّٰہ ﷺ فقبل منہ واھدیٰ لہ قیصر فقبل منہ واھتدت لہ الملوک فقبل منھم"(72).

کسریٰ نے رسول ﷺ کو ہدیہ دیا آپ ﷺ نے قبول کیا اسی طرح قیصر نے ہدیہ دیا آپ ﷺ نے قبول کیا اور بادشاہوں نے آپ ﷺ کو ہدیے دیے آپ ﷺ نے قبول فرمائے۔

چنانچہ ایلیاء کے بادشاہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کیا اور ایک چادر آپ کو پہنائی۔ آپ ﷺ نے اس کا قبضہ اس کے علاقے پر برقرار رکھا۔(73)۔

اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ اکیدر دومۃ الجندل نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی کرتہ بطور ہدیہ بھیجا تھا جسے لوگ تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلاشبہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال بھی اس سے عمدہ ہوں گے۔(74)۔

بزار نے حضرت انسؓ سے رویت کی ہے کہ حمیر کے بادشاہ نے آپ کی خدمت میں ایک من شہد کا ایک گھڑا بھیجا تھا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔(75)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تحفے بھیجے۔ مثال کے طور پر حمیر کے بادشاہ کیلئے آپ ﷺ نے بیس سے زیادہ اونٹوں کے عوض ایک جوڑا خرید کر تحفہ میں بھیجا۔(76)۔

سفیروں کا احترام

اسلام میں سفیروں کو مکمل احترام حاصل ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینا اسلام کا مزاج نہیں وہ انسان کے بنیادی حقوق کبھی سلب نہیں کرتا اور سفیر کو مکمل عزت دینے کا قائل ہے۔قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وان احد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم ابلغه مأمنه ذٰلك بأنهم قوم لا يعلمون﴾(77).

اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ ﷺ سے پناہ طلب کرے تو آپ اس کو پناہ دیجئے تا کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ اس لئے کہ وہ علم نہیں رکھتے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اگر دارالحرب کا کوئی فرد سفارت کی غرض یا تجارت یا صلح و مصالحت کی غرض سے دارالاسلام میں سربراہ حکومت سے یا اس کے ذمے دار سے اجازت لے کر آئے تو وہ جب تک وطن واپس نہیں آجاتا آزادی کے ساتھ پورے ملک میں جہاں چاہے آجاسکتا ہے اور اپنا کاروبار کرسکتا ہے۔

یہ واقعات اور حوالہ جات ہمارے اس موقف کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں کہ دوسری ثقافتوں اور تمدن والوں سے کسی قسم کا تعصب یا امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ان سے سماجی تعلقات اور معاشرتی روابط استوار کئے جاسکتے ہیں۔

اسلام دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں کے حاملین کے ساتھ دوستی اور تعلق استوار کرنے پر زور دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے جو اعلیٰ تعلیمات ہمیں دی ہیں جن میں ایمان، تزکیہ نفس، زہد وتقویٰ، عفت و پاکیزگی، دیانت، شرم وحیا۔ رحم، عدل، وعدے کی پابندی، احسان، عفوودرگزر، رواداری، استقامت، حق گوئی، استغناء، محبت وشفقت شامل ہیں وہ دنیا کی دیگر تہذیبوں اور ثقافتوں کیلئے بھی ہیں۔اسلام کا رب صرف رب المسلمین نہیں بلکہ رب العالمین بھی ہے۔

اسلام میں غیر مسلموں اور دوسری ثقافتوں کے حاملین کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی جو تعلیمات دی ہیں اس کا خلاصہ سورۃ حم السجدہ کی اس آیت میں دیا گیا ہے:

﴿ولا تستوى الحسنة ولا السيئة ادفع بالتى هى احسن فاذا الذى بينك وبينه عداوة كأنه ولى حميم﴾(78)

''اور نیکی اور بدی برابر نہیں جواب میں وہ کہے جو اس سے بہتر ہو تو پھر تو دیکھے گا کہ تجھ میں اور جس میں عداوت تھی گویا کہ دوست دار ہے اور قرابت والا۔

آج اکناف عالم جن مسائل میں گرفتار ہے اس سے ان کا تشخص اور وجود بھی خطرے میں ٹھہرا ہوا ہے۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد عالمی حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا ہے ایک بات جو بڑی شدت کے ساتھ عالمی میڈیا میں بیان کی جاتی ہے وہ Clash of Civilization ہے جسے Huntingtion نے پیش کیا کہ مستقبل میں تہذیبوں کے درمیان جھگڑوں کے امکانات بڑھ گئے ہیں اور مغربی تہذیب کو اسلامی اور چینی تہذیب سے خطرہ درپیش ہے یوں مختلف تہذیبوں کے حاملین کے درمیان ٹکراؤ اور تصادم کی کیفیت کو پیدا کرنے کی دانستہ کوشش ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تہذیبوں کے تصادم نہیں ہے بلکہ عالمی استعمار مسلمانوں کے معاشی وسائل پر قبضہ کر رہی ہے۔ اس کیلئے بہانہ تہذیبوں کا تصادم کی شکل میں کیا جا رہا ہے۔ اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو مغربی تہذیب کے حامل لوگوں کی اکثریت یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے اور اسلامی تہذیب کے علمبردار مسلمان ہیں انکی مشترکہ اقدار انہیں کسی قسم کے تصادم کیلئے جواز فراہم نہیں کرتیں۔ اس لئے عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کو مل کر کوشش کرنا چاہیے کہ تہذیبوں کے تصادم کے نظریہ کو رد کر کے اپنے درمیان ہم آہنگی اور باہمی مفاہمت کو فروغ دیں۔

مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کے درمیان تفہیم باہم پیدا کریں اور مسلمان اپنے اندر سیرت رسول ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اتحاد کی قوت پیدا کریں اور جب کہ اسلامی تہذیب کو دہشت گردی کے طور پر متعارف کروا کر نیو ورلڈ آرڈر کو عملی طور پر مسلمانوں پر مسلط کیا جا رہا ہے۔

کاش امت مسلمہ، کاش ہماری بے بصیرت باہم برسر پیکار قیادت، کاش ہمارے تنگ نظر کوتاہ بین علماء، کاش ہمارے مغربی تربیت یافتہ دانشور اور ماہرین اقتصادیات، اپنی ناک سے آگے دیکھیں۔ دشمنوں کی عیاری پر کاری ضرب لگائیں۔ صرف اسلام کے علم تلے مجتمع ہو جانے میں ہم سب کی اجتماعی بقاء ہے اور انفرادی تشخص بھی۔ فرقہ پرستی، نسل پرستی، قبائل پرستی، لسانی عصبیت، طبقاتی منافرت اسلامی وحدت کی بجائے ملکی قومیتوں اور ان کی عارضی مصلحتوں پر اصرار۔ یہ روش رحمۃ للعالمین کے پیغام سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی۔ اگر ہم محمد ﷺ کی معیت، محمد ﷺ کی رحمت وشفقت میں آنا چاہتے ہیں۔ اگر اس افتخار واعزاز کیلئے جس سے بڑھ کر کائنات میں یہاں اور وہاں کوئی شرف نہیں ہمارے دل میں کوئی تڑپ ہے، کوئی سچی خواہش، کوئی طلب صادق ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی تہذیب وثقافت کی شناخت کریں جو ملت اسلامیہ کیلئے اقوام عالم کی قیادت وسیادت کی ضامن ہے۔ آج سے تقریباً 65 سال پہلے جنوبی ہند کے ایک دردمند مسلمان کے نام اپنے خط میں حکیم الامت علامہ اقبال نے لکھا تھا:

I am glad to hear that the prophet's Birthday invoked great enthusiasm in south Iland. I believe the personality of the prophet is the only force which can bring together the scatterewd forces of Islam in this country.(79)

مصادر ومراجع

(1)۔ القرآن الحکیم، الکافرون:3۔

(2)۔ الیسوعی، لوئس معلوف، المنجد، طبع بیروت، 1960، مادۃ ثقف۔

(3)۔ ایضاً

(4)- Oxford English Dictionary.

(5)۔ راغب اصفہانی، الثقافۃ، مکتبہ علمیہ بیروت، مادۃ ثقف

(6)- Philip Baby Culture and History Longmans, Green and Co,1958,P:73

(7)- Cultural critical review of concept and definition

(8)- Philip Baby Culture and History,p:73

(9)- T.S Eliot Notes toward the definition of culture,Father and Father Litd,London,1948,P13.

(10)- Mohsin, Media upon Khuldun's philosophy of History,George Allen and unwin, London,1957,p181.

(11)- Faizi, Culture two meanings:

i) Socialogical Humanistic culture is that which include knowledge, belief, moral law, custom and many other capabilities and habits acquaired by mean as a member of society.

(ii), Human culture is a continuous movement towards the complete tradition of human spirit.

(12)- Philip Baby, Culture and History,P:80

(13)- Ibid

(14)- Faizi, Islamic culture,Lahoere 1980,p:2.

(15)- T.S Eliot, Notes towards the definition culture P:120.

(16)- Faizi, Islamic culture p:2.

(17)- Siddiqui,Allama Allauddin International Colloquim paper Punjab University, Lahore, 1956.

(18)- Faizi, Islamic culture P:26.

(19)۔ مودودی، مولانا، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، س ن، ص:11۔

(20)۔ نصیر احمد ناصر، اسلامی ثقافت، فیروز سنز لاہور، ص:53۔

(21)۔ ایضاً

(22)۔ القرآن الحکیم۔البقرۃ:208۔

(23)۔ القرآن الحکیم، الاحزاب:21۔

(24)۔ القرآن الحکیم، آل عمران:191۔

(25)۔ القرآن الحکیم، بنی اسرائیل:70۔

(26)۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، طبع منیریہ مصر، 1931 ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الحد 4/324۔

(27)۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، مطبع السعادۃ، مصر 1950 کتاب الأدب، باب الرحمہ:5/231۔ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی رحمۃ للعالمین۔

(28)۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، 1345ھ، کتاب التوحید:8:165۔

(29)۔ احمد بن حنبلؒ، مسند، مکتبہ بلاق مصر، :3/272۔

(30)۔ ترمذی، ابواب الزہد۔

(31)۔ متقی ہندی، شیخ علاء الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد، ت ن، 1/58۔

(32)۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، انسانی دنیا پر مسلمانوں کا عروج وزوال، مجلس نشر اسلام کراچی، 228:227۔

(33)۔ القرآن الحکیم، البقرۃ:256۔

(34)۔ القرآن الحکیم، الکہف:29۔

(35)۔ القرآن الحکیم، آل عمران:64۔

(36)۔ النسفی، عبداللہ بن احمد محمود تفسیر نسفی، آل عمران:165۔

(37)۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ محمد سمین جوناگڑہی، آل عمران:65:164۔

(38)۔ بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم (256ھ) الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی۔

(39)۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، نبی رحمت، مجلس نشریات اسلام، 1987 ص:76-374۔

(40)۔ عبدالحکیم، خلیفہ، مقالات حکیم، مرتبہ شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ 1969۔

(41)۔ روزنامہ جنگ، کوئٹہ 20 ستمبر 2005ء۔

(42)۔ قرآن مجید میں ہے کہ(یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون)

(43)۔ قرطبی،عبداللہ بن احمد،الجامع لاحکام القرآن،الجز16:193۔

(44)۔ رازی،فخرالدین،التفسیرالکبیر،داراحیاءالتراث العربی،1999الجز27،ص:156:57۔

(45)۔ قرطبی،عبداللہ بن احمد،الجامع لاحکام القرآن،دارالفکر بیروت،لبنان،ت ن،5/184۔

(46)۔ ابوداؤد،سنن ابی داؤد،کتاب الأدب،باب فی حق الجوار۔

(47)۔ القرآن الحکیم،البقرۃ:272۔

(48)۔ ابن کثیر،عمادالدین،ابوالفداءاسماعیل،التفسیر،قدیمی کتب خانہ کراچی،ت ن،1/324۔

(49)۔ ہدایۃ:1/185۔

(50)۔ القرآن الحکیم،المائدۃ:5

(51)۔ بخاری،کتاب الذبائح والصید۔

(52)۔ قرطبی،الجامع الاحکام القرآن،11/112۔

(53)۔ بخاری،الأدب المفرد،2/533۔عبدالرزاق،المصنف:2/392۔

(54)۔ ایضاً:2/533۔

(55)۔ ایضاً،رقم:9925۔

(56)۔ ابویوسف،یعقوب بن ابراہیم(182ھ)کتاب الخراج،دارالمعرفۃ بیروت،ص:216۔

(57)۔ درمختار،3/273۔

(58)۔ سیدفضل الرحمٰن،ہادی اعظم،زوراکیڈمی پبلی کیشنز200،1/230۔

(59)۔ صحیح مسلم،رقم:1202۔

(60)۔ ابن ماجہ،رقم:2439۔

(61)۔ بنی اسرائیل:34۔

(62)۔ بخاری،کتاب الجزیہ،باب اثم الغادرللبر والتاجر

(63)۔ مالک بن انسؒ،امام،الموطا،داراحیاءالتراث العربی،2/448۔

(64)۔ رازی،فخرالدین،تفسیرکبیر،بیروت،دارالفکر،10/109۔

(65)۔ ابویوسف،امام،کتاب الخراج،ص:72۔الوثائق السیاسیۃ،ص:175۔

(66)۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 5/240۔

(67)۔ حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، 258۔

(68)۔ السرخسی، المبسوط، 1/391۔

(69)۔ ابن ہشام، 2/245۔

(70)۔ مسند احمد، 2/107، رقم 747۔

(71)۔ بخاری، کتاب الھبہ، باب قبول الہدیہ من المشرکین، مسلم، رقم: 2468۔

(72)۔ ایضاً۔

(73)۔ شامی، محمد بن یوسف الصالحی (942ھ) سبیل الہدیٰ والرشاد، دار الکتب العلمیہ، 1993، 9/28۔

(74)۔ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب لبس المرتفع۔

(75)۔ چشتی، شیر محمد زمان، نقوش سیرت، پروگریسو بکس اردو بازار لاہور۔

(76)۔ ایضاً

(77)۔ القرآن الحکیم، التوبۃ: 6۔

(78)۔ القرآن الحکیم، حم السجدۃ: 41:34۔

(79)۔ ملاحظہ ہو مقالہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار بعنوان ملت کی تعمیر نو، جذبہ عشق رسول اللہ کی اہمیت، مجلّہ تحقیق جلد 4، شمارہ 15۔